دنیا کا سب سے بڑا صبر کرنے والا انسان محمد ﷺ سب سے بڑا داعی الی اللہ بنایا گیا، دعوت الی اللہ کیلئے صابر ہونا ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ جولائی 1995ء بمقام اسلام آباد۔ ٹلفورڈ لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٤٦ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝٤٧

(الانفال: 47،46)

پھر فرمایا:۔

اسماء باری تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل جو خطبات کا سلسلہ جاری ہے اس تعلق میں گزشتہ خطبے میں میں نے صبر سے متعلق جماعت کو تلقین کی تھی، خصوصاً اس لئے کہ دعوت الی اللہ کے تعلق میں جیسا گہرا رشتہ قرآن کریم نے صبر کے ساتھ باندھا ہے اس کی کوئی اور مثال دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا کی کسی کتاب میں دعوت الی اللہ کے مضمون کو صبر سے اس مضبوطی اور قطعیت کے ساتھ نہیں باندھا گیا جیسا کہ قرآن کریم نے باندھا ہے اور اس کے ہر پہلو کو بیان فرمایا ہے۔ اس تعلق میں صبر کی جتنی قسمیں ہیں۔ جس جس قسم کے صبر کی ضرورت پیش آسکتی ہے ان سب کا بیان ہے۔ یہ دو آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں سورۂ انفال کی چھیالیسویں اور سنتالیسویں آیات ہیں ان میں بھی یہی مضمون جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یہاں بظاہر تو قتال کی بات ہو رہی ہے۔ مگر قتال جہاد کا ایک حصہ ہے، ایک نوع ہے اور اس آیت کریمہ میں جو طرز بیان اختیار فرمائی گئی ہے وہ جہاد کی ہر قسم پر حاوی دکھائی دیتی ہے۔ فرمایا جب تمہارا کسی دشمن ٹولی سے آمنا سامنا ہو، مڈبھیڑ ہو جائے تو ثبات قدم دکھانا۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا اور ثبات حاصل کرنے کا راز اس بات میں ہے کہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے رہو۔ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ وَلَا تَنَازَعُوْا اور آپس میں جھگڑے نہ کرو۔ فَتَفْشَلُوْا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور بزدلی دکھاؤ گے۔ وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہے وہ ہوا ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔ وَاصْبِرُوْا پس علاج یہی ہے کہ صبر سے کام لو اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہاں دعوت الی اللہ کا جہاں تک تعلق ہے اس سلسلے میں بھی دو باتیں میں خاص طور پر ان آیات کے حوالے سے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ ثبات قدم کا راز ذکر الٰہی میں ہے اور بسا اوقات بہت سخت دشمن جماعتیں مقابلے پر نکلتی ہیں بڑے بڑے بدگو علماء با قاعدہ منصوبے بنا کر اپنے ٹولے ساتھ لے کر سامنے آتے ہیں اور بدنیتوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ موقع ہے جبکہ بظاہر تلوار کا جہاد نہیں بھی ہے تب بھی قدم اکھڑنے کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے۔ فرمایا، اس وقت اگر تم نے جرأت حاصل کرنی ہے دل کا ثبات حاصل کرنا ہے، یہاں قدموں سے زیادہ دل کے ثبات کی بات ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تو کثرت سے ذکر الٰہی کرتے رہنا اور ایسا کرو گے تو تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ اس کے نتیجے میں تم کامیاب ہو جاؤ۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ دوسرا ثبات کا راز اور جمعیت اور طاقت کا راز یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دامن نہیں چھوڑنا۔ وَلَا تَنَازَعُوْا اور آپس میں اختلاف نہیں کرنا، آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنا نہیں۔ اگر تم ایک دوسرے سے جھگڑو گے اور اختلاف کرو گے اور تمہاری جماعتیں پھٹ جائیں گی فَتَفْشَلُوْا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دشمن کے مقابل پر بھی تم ضرور بزدلی

دکھاؤ گے وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہارے رعب کی جو ہوا بندھی ہوئی ہے وہ جاتی رہے گی۔ وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو صبر سے کام لو۔ یہاں صبر کے دو معنے ہیں دونوں معنوں ہی میں یہاں یہ اطلاق پاتا ہے اول یہ کہ دشمن کے مقابل میں صبر سے کام لو۔ دوسرے ان امور میں صبر سے کام لو جن کے نتیجے میں تم پھٹ جایا کرتے ہو۔ ایک دوسرے سے تعلقات ایسے قائم رکھو کہ اگر کسی طرف سے زیادتی ہو بھی جاتی ہے تب بھی صبر کے نمونے دکھاؤ تا کہ تمہارے آپس کے اختلاف نہ بن جائیں اور وہ اختلاف بڑھ نہ جائیں کیونکہ جہاں الٰہی جماعتوں میں اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں وہاں ضرور ان کی طاقت ختم ہو جاتی ہے، غیر سے مقابلے کی بجائے وہ آپس میں ایک دوسرے سے مقابلے کرنے لگتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ بزدلی ہے۔

پس جہاں تک میں جماعتی حالات پر نظر رکھتا ہوں قطعی طور پر اس بات میں ایک ذرہ بھی شک نہیں دیکھتا کہ جہاں بھی جماعتیں آپس میں پھٹی ہیں وہاں ساری برکتیں اٹھ گئی ہیں۔ وہیں بزدلی پیدا ہوئی ہے، وہاں سے دعوت الی اللہ کا مضمون اٹھ گیا ہے۔ جیسے پرندہ گھونسلے کو چھوڑ دے اس طرح دعوت الی اللہ ان لوگوں کے گھروں سے غائب ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی رضا کی بجائے اس کی ناراضگی کا موجب بن جاتے ہیں اور صبر کا یہاں جو مضمون ہے وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ جب بھی ان لوگوں کے اختلافات کی تحقیق کی جاتی ہے تو جواباً یہ کہتے ہیں فلاں نے ہم پر زیادتی کی اور جب اس فلاں سے پوچھتے ہیں تو پہلے کی طرف انگلی اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے زیادتی کی ہے اور جب بھی جماعتی کوششوں کے نتیجے میں ان میں صلح کروانے کی کوشش کی گئی تو یہ بحث کبھی ختم نہیں ہوئی۔ ان بحثوں میں پڑ کر آج تک میں نے کبھی تسلی بخش نتیجہ نکلتے دیکھا نہیں۔ مسلسل سالہا سال سے ایک دوسرے پر الزام تراشیاں جاری رہتی ہیں اور ایک بھی فریق یہ نہیں مانتا کہ قصور میرا تھا اس کا نہیں تھا۔ پس ایسی صورت میں جب بھی کامیابی ہوئی ہے وہاں اس وقت ہوئی ہے جب اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء: 60) کا مضمون چلا ہے۔

بعض دفعہ آنحضرت ﷺ کی نمائندگی کا حوالہ دے کر یہ بتا کر کہ اللہ تعالیٰ نے آج مجھے آپ ؐ کی نمائندگی کے منصب پر فائز فرمایا ہے میں آپ سے کہتا ہوں کہ ان جھگڑوں کو چھوڑ دیں اور بھول جائیں۔ جہاں دلوں میں اطاعت کا جذبہ تھا، جہاں اللہ کی محبت اس حد تک غالب تھی کہ

محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر اللہ کے نام کے اوپر ان سے انکار ممکن نہیں رہا وہاں بسا اوقات یہ بھی ہوا کہ ان لوگوں نے سب جھگڑے بھلا دیئے، یہ بحث ترک کر دی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر وہ یک جان ہو گئے۔ پس اس آیت کے ہر حصے کا ہر دوسرے حصے سے گہرا تعلق ہے اللہ اور رسول کی اطاعت کے بغیر یک جہتی نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ وحدت نصیب نہیں ہو سکتی جس کے بغیر آپ کبھی بھی غیر اللہ سے مقابلے نہیں کر سکتے، اس وحدت کے بغیر آپ میں طاقت ہی نہیں کہ آپ غیر اللہ سے مقابلہ کر سکیں اور یہی آج خصوصیت سے بعض جماعتوں میں بلا بنی ہوئی ہے کہ سالہا سال کی نصیحتوں کے باوجود ان کی بخشیں، ان کے جھگڑے ختم نہیں ہوتے لیکن گزشتہ کچھ عرصے سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر ایک فریق کو کاٹ کر الگ کر دینا پڑے تو اب میں اس سے گریز نہیں کروں گا کیونکہ آج وہ دور آ چکا ہے ہم اس زمانے میں داخل ہو چکے ہیں جبکہ دعوت الی اللہ بڑے زور اور شان اور طاقت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ تمام دنیا کے ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ پس ان چند لوگوں کی خاطر، ان کی دلداریوں کی خاطر کہ ان کے دل نہ ٹوٹیں، نظام جماعت سے الگ ہو کر ان کے دوستوں کو ٹھوکر نہ لگے کب تک ہم جماعتی نقصانات برداشت کرتے رہیں گے۔ پس یہ آخری تنبیہ ہے۔ بعض صورتوں میں میں ایسے اقدام کر چکا ہوں اگرچہ میرے دل پر یہ بہت بوجھل ہوتی ہے لیکن باقی جگہ بھی اب وہی جماعت رہے گی جو ایک ہے اور اختلاف آپس میں طے ہوں یا نہ ہوں نظام جماعت کے نمائندے جب آخری فیصلہ کریں گے اگر وہ غلط ہے تو خدا پر ہے کہ وہ خود اس کے نتیجے میں کسی مظلوم کی اشک شوئی فرمائے اور اللہ ہی پر ہے کہ وہ دلوں پر نظر ڈالتا ہے کہ کس نے فیصلے کس نیت سے کئے تھے۔ یہ فیصلے پھر خدا کے ہاتھ میں ہوں گے مگر اس دنیا میں بہر حال وحدت کے قیام کی خاطر تمام جماعت کو ایک ملت واحدہ بنانے کے لئے تمام تفریقوں کو مٹانا ہوگا اور یہی نصیحت ہے اس آیت کی اور اس کے متعلق میں پھر عرض کرتا ہوں کہ صبر کے بغیر یہ بات ممکن نہیں۔

فیصلوں کے متعلق بھی اگر آپ سر تسلیم خم کرنا چاہیں، اطاعت پر تیار بھی ہوں تو بسا اوقات دل بہت صدمہ محسوس کرتا ہے۔ ایسا شخص جو سمجھ رہا ہو اور یقین رکھتا ہو چاہے اس کا یقین غلط ہی کیوں نہ ہو کہ فلاں نے مجھ پر زیادتی کی تھی اور نظام جماعت کا نمائندہ آیا اس نے فیصلہ اس کے حق میں کر دیا

اور مجھ پر دباؤ ہے کہ میں اپنی انا توڑ کر اس کے سامنے جھک جاؤں، اس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاؤں۔تو بڑے دکھ کا معاملہ ہے اس کے دل کی کیفیت میں اپنے ذہن کو منتقل کر کے دیکھیں تو بعض دفعہ اس پر شدید ابتلاء آجاتا ہے جو آخر وقت تک اپنے آپ کو سچا سمجھ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصۡبِرُوۡا صبر سے کام لو، صبر ہی ان باتوں کا علاج ہے اور جو اللہ کی خاطر صبر کرتا ہے اس کا اجر اللہ پر ہے۔ پس یہ نقصان کا سودا نہیں۔ دنیا کی نظر میں برادری کی نظر میں اگر کچھ انسان خفت بھی محسوس کرے مگر اگر رضاء باری تعالیٰ کی خاطر ہے تو اللہ اس کا اتنا اجر عطا فرمائے گا کہ آپ کی نسلیں بھی ان فضلوں کو سنبھال نہیں سکیں گی۔ پس صبر کے رستے پر ہی اللہ کی رضا ہے اسی رستے پر صبر کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔

پھر دوسری آیت کریمہ جو میں نے آج کے مضمون کے لئے چنی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَـنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰٓى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ (المومنون: 110 تا 112)

پس دعوت الی اللہ کرنے والوں کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہے۔ دعوت الی اللہ کی تیاری کے لئے صبر کی ضرورت ہے اور دعوت الی اللہ کے نتیجے میں جو لوگ ہدایت کا فیض پاتے ہیں وہ بھی صبر پر گامزن ہوں تو وہ آسمانی فیوض کو حاصل کرتے ہیں ورنہ ان کی دنیاوی کوشش اور جدوجہد اور خدا کی خاطر تکلیف اٹھانا اگر صبر سے عاری ہو جائے تو وہ اپنے پھلوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پس آنے والوں کے لئے بھی نصیحت ہے کیونکہ ہر نیا آنے والا جو اللہ کی آواز پر لبیک کہتا ہے وہ لازماً ایک ابتلاء کے دور سے گزارا جاتا ہے اور خدا کی تقدیر یہی ہے کہ دعوت الی اللہ کے ساتھ ابتلاء بھی پھیلتے چلے جائیں اور دعوت الی اللہ کے نتیجے میں آنے والوں کو بعض دفعہ اپنے سامنے آگ دکھائی دے اس آگ میں سے گزریں تو پھر وہ جنت تک پہنچ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں بھی کون سا ذریعہ ہے جسے اختیار کریں تو اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کر لیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا میں نے انہیں آج کے دن جزا دی ہے اس وجہ سے کہ

انہوں نے صبر اختیار کیا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہ تو مقدر ہے، طے شدہ بات ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پہلی آیات میں جو میں نے تلاوت کیں خدا تعالیٰ نے آنے والوں کی قربانیوں اور ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس رنگ میں کہ سارا دور انہوں نے دعائیں کرتے گزارا ہے۔ اللہ کا فضل چاہتے ہوئے، اسی سے رحم کے طلب گار ہوتے ہوئے، مسلسل دعا میں مصروف لوگ تھے جن کے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں اور چونکہ وہ دعائیں کرتے رہے اللہ سے رحم طلب کرتے رہے اس لئے اللہ ہی نے ان کو صبر کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ فرماتا ہے میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جنہوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اٰمَنَّا یہ کہہ کر ہم ایمان لے آئے ہیں محض اللہ کو رب سمجھتے ہوئے اسی پر توکل رکھتے ہوئے غیر اللہ کی نفی کرتے ہوئے جو ایمان کی دعوت ہمیں پہنچی ہم نے اس پر لبیک کہہ دیا فَاغْفِرْ لَنَا پس اے ہمارے رب اب ہم سے بخشش کا سلوک فرما وَ ارْحَمْنَا اور ہماری حالت پر رحم فرما وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یہاں نئے آنے والوں کا بخشش طلب کرنا تو سابقہ گناہوں کے تعلق میں ہے۔ رحم ان مظالم کے نتیجے میں ہے جو دشمن کر رہا ہے۔ ان سے تو رحم کی توقع نہیں دشمن تو مظالم کرتا ہے اور کرتا ہے اور کرتا چلا جائے گا مگر ان کے مظالم کے نتیجے میں اللہ سے رحم مانگا جا رہا ہے اور دوسرا یہ بھی اس میں حکمت کی بات سمجھائی گئی ہے کہ نئے آنے والے جب تکلیفوں اور مصیبتوں میں سے گزریں تو لوگوں سے رحم نہ مانگا کریں بلکہ جس کو رب بنایا تھا جس کی خاطر ایمان لائے اسی سے رحم طلب کیا کریں۔ اور یہ خاص طور پر آج کے دور میں سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ پاکستان میں خصوصیت کے ساتھ جب بھی کوئی احمدی ہوتا ہے اس پر مصیبتوں کا ایک بظاہر نہ ختم ہونے والا دور شروع ہو جاتا ہے، ہر قسم کے ابتلاؤں سے آزمایا جاتا ہے، اس کے اپنے چھوڑ دیتے ہیں، اس کے دوست، دشمن بن جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض دفعہ بہن بھائی بھی اس کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اس نے احمدی ہو کر ہماری ناک کاٹ دی ہے اپنی دنیاوی عزتوں کی خاطر وہ اپنے جگر گوشے کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ مصائب ہیں جن سے کئی لوگ گزرتے ہیں۔ کئی ایسے ہیں

جو کنگال ہو گئے جو گھروں سے نکالے گئے، جائیدادوں سے عاق کئے گئے اور اس کے باوجود وہ اللہ کے فضل کے ساتھ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے ، اپنے درد کے تذکرے اگر کرتے بھی ہیں تو کسی لالچ یا مدد کی تمنا کی توقع کے ساتھ نہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نو مبائع نے اپنے دردناک حالات مجھے لکھے تو باوجود اس کے کہ اس نے کچھ مانگا نہیں تھا میں نے اس کے نتیجے میں جماعت کو ہدایت کی کہ فوری طور پر رابطہ کریں اور جس حد تک بھی ممکن ہے ان کی مدد کریں۔ تو جواب آیا کہ انہوں نے جواباً یہ کہا ہے کہ ہم شکریہ ادا کرتے ہیں ہم نے تو محض دعا کی خاطر لکھا تھا مگر ہمیں دنیا میں کسی کی ضرورت نہیں ہم خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے جیسی روکھی سوکھی مہیا ہوئی وہی کھا کر گزارہ کریں گے مگر ہم کسی سے دنیا میں مدد کے محتاج نہیں ہیں، نہ ایسی مدد قبول کریں گے۔ پس بڑے عزت والے لوگ ہیں، بڑے سربلند انسان ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے حضور سربلندی عطا کی جاتی ہے، جو خدا کے سامنے جھکتے ہیں اور غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکتے۔ وہ اپنوں کے سامنے بھی سر جھکانے سے حیا محسوس کرتے ہیں۔ انہی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا آج کے دن ان کی جزا مجھ پر ہے اور میں ہی جزا دوں گا کیونکہ انہوں نے صبر کے حیرت انگیز نمونے دکھائے۔ اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ اور یہی وہ گروہ ہے جو دراصل غالب آیا کرتا ہے۔ پس نو مبائعین میں اگر ایسے لوگوں کی تعداد بڑھے جو تبلیغ کرنے والا ان کو سمجھاتا رہے شروع سے آخر تک کہ جس خدا کی خاطر تم نے ہدایت کو قبول کیا ہے وہ خدا اب تمہارا ذمہ دار ہے اور اس کے سوا کسی اور کی طرف نظر نہ کرنا۔ اگر یہ سمجھا کر اس کو آخری فیصلہ کرتے ہوئے بیعت پر آمادہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ گروہ ہے جو پھر غالب آنے والا ہے۔

ایسے نئے بیعت کرنے والے کثرت سے دوسروں کی بیعت کرواتے ہیں اور اپنے سارے ماحول کو تبدیل کر دیا کرتے ہیں اور اس کی بھی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ شروع میں تکلیفیں اٹھائیں، ثابت قدم رہے مگر کچھ عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دن بدلنے شروع کئے۔ ابھی دو دن پہلے ایک خط اسی موضوع پہ ملا جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک نوجوان نے جب بیعت کی ہے تو اس کو مارا کوٹا گیا، پہلے گھر میں بند رکھا پھر جب وہ بالآخر رہائی پا کر باہر نکلا تو ہر قسم کی مصیبتیں اس نے برداشت کیں۔ مزدوریاں کیں لیکن اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ بالآخر اس کی ماں کا دل پسیجا اس نے

واپس بلایا اور جب دیکھا کہ اس کی کایا پلٹی ہوئی ہے یہ تو پانچ وقت کا نمازی بن گیا ہے، تہجد گزار ہے تو اس نے اپنے باقی بچوں کو بھی سمجھایا کہ تم کیا کر رہے ہو، کس کی دشمنی کر رہے ہو، یہ تو پہلے سے بہت بہتر ہو گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر سارے گھر کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ تو ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ کا یہ مضمون ہے جو آئندہ تو جاری ہوگا، اس دنیا میں بھی جاری ہوتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو غلبے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ان کے خمیر میں غالب آنا رکھا گیا ہے۔ پس دعوت الی اللہ کریں تو ایسے خدا کے کامل عاجز بندے بنائیں جن کا سر خدا کے حضور ہمیشہ جھکا رہے لیکن غیر اللہ کے سامنے سر جھکانا وہ نہ جانتے ہوں۔ ان کے ضمیر کے خلاف، ان کے خمیر کے خلاف یہ بات ہو جو خدا کے سوا کسی کے سامنے سر جھکا دیں۔ ضرور ان کو سرفراز کیا جائے گا اور ضرور یہی ہیں جنہیں ہمیشہ سرفراز کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا (النحل: 111) پھر ایسے بھی لوگ ہیں تم میں سے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان کو مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا بعد اس کے کہ ان کو مخالفت کے عذاب میں بھونا گیا۔ فُتِنُوْا کا ایک یہ بھی مطلب ہے آگ پر بھوننا اور ابتلا میں ڈالنا بھی ''فتن'' کا مطلب ہے تو آزمائشوں میں ڈالے گئے اور دردناک عذاب پر بھونے گئے۔ اس کے نتیجے میں انہوں نے ہجرت اختیار کی۔ مگر ہجرت کس چیز سے کس کی طرف۔ اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف ہجرت کی اور اب ان باتوں کو چھوڑا نہیں جن کے نتیجے میں ان پر ابتلاء آتا تھا۔ ایک بہت ہی پیارا مضمون ہے جس کو دیکھ کر انسان کی روح اس پر نچھاور ہونے لگتی ہے۔ فرمایا میری راہ میں ہجرت کرنے والے ان پاک عادات سے نہیں بھاگتے جن عادات کے نتیجے میں ان پر مصیبتیں توڑی جاتی ہیں۔ اس لئے ہجرت کے باوجود ان کو بزدل نہیں کہا جا سکتا۔ جن خصائل کی وجہ سے، جن عادات کی وجہ سے، جس دعوت الی اللہ کی وجہ سے ان کو پہلے آزمایا گیا تھا، پہلے مشکلات میں ڈالا گیا تھا۔ جب ہجرت کرتے ہیں تو پھر انہی باتوں کی تکرار کرتے ہیں۔

فرمایا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا (النحل: 111) نکالے گئے تھے، گھر چھوڑنے پڑے تھے، ان مصیبتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پھر جب باہر نکلے پھر وہی کام شروع کر دیا۔ ایک

لحظ کے لئے بھی دعوت الی اللہ سے باز نہیں آئے۔ فرمایا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل:۱۱۱) مِنْۢ بَعْدِهَا کا مضمون بھی بہت عجیب ہے۔ فرمایا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو ہے لیکن بعض مہاجر ایسے ہیں جو اپنی نیک صفات سے بھی ہجرت کر جاتے ہیں۔ جن للٰہی باتوں کی وجہ سے دنیا ان کی دشمن ہوتی ہے اس کے نتیجے میں گھر چھوڑتے تو ہیں لیکن بعض بدنصیب ایسے ہیں کہ ان عادتوں سے بھی ہجرت کر جاتے ہیں۔ ان کے لئے خدا کا یہ وعدہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کو غفور اور رحیم پائیں گے۔ ان کے لئے وعدہ ہے کہ تکلیفوں سے ہجرت کرتے ہیں مگر اللہ کی خاطر ان کاموں سے ہجرت نہیں کرتے جن کاموں کے نتیجے میں ان کو تکلیفیں دی گئی تھیں۔ پس جب بھی ایسے مہاجروں پر نظر پڑتی ہے جو پاکستان سے آکر جرمنی میں آباد ہوئے یا انگلستان میں آباد ہوئے یا دوسرے ممالک میں جا بسے اور پھر بھی تبلیغ میں اسی طرح منہمک اور مصروف ہیں جس طرح پہلے مصروف تھے تو یہ آیت مجھے ان کو سلام بھیجنے پر مجبور کرتی ہے۔ میرے دل کی محبت ان کے لئے اچھلتی ہے کہ اے مبارک لوگو! خدا نے تمہارا ہی ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ان نیکیوں کے نتیجے میں مصیبتیں سہیڑتے ہوئے اپنے آپ کو آگ پر بھنتا ہوا دیکھنے کے باوجود اور اس کا مزہ چکھنے کے باوجود تم نکلے ہو تو پھر انہی کاموں میں مصروف ہو گئے ہو۔ اب تمہارا اجر خدا پر ہے، وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔ یہ صبر دکھانے والے ہیں جن کا صبر خدا کے ہاں منظور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کی نگاہیں ان پر پڑتی ہیں۔ فرمایا، ہاں اس کے بعد جب وہ دوبارہ یہی حرکت کرتے ہیں تو اللہ کو بہت پیارے لگتے ہیں۔ سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ ایسے رحم کا مورد بنتے ہیں جو بار بار ان پر نازل ہوگا کیونکہ رحیم اس ذات کو کہتے ہیں جو رحم فرماتی ہے اور پھر رحم فرماتی ہے اور پھر رحم فرماتی ہے اور رحم فرماتی چلی جاتی ہے۔ تو کیسا نیک انجام ہے مگر صبر کے نتیجے میں نصیب ہوا اور یہاں صبر کا معنی نیکیوں سے چمٹا رہنا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صبر کی یہ تعریف فرمائی کہ صبر محض مصیبتوں پر ثابت قدم رہنے کا نام نہیں صبر نیکیوں سے چمٹ جانے کا نام ہے خواہ جو کچھ بھی ہو ایک نیکی جو اختیار کر لی جائے پھر اسے انسان کبھی بھی نہ چھوڑے۔

پھر آل عمران کی آیت 121 ہے جس میں یہ صبر کا مضمون ایک اور رنگ میں پیش فرمایا گیا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ
يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۱﴾

تم ایک خدا کے بھیجے ہوئے پر ایمان لے آئے ہو اور اس کے ایمان کے نتیجے میں لازماً تمہیں سزائیں دی جائیں گی اور دی جا رہی ہیں اس کے سوا کوئی برائی نہیں جو تم میں دیکھتے ہوں۔ اب ان کی دشمنی کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ تمہیں جو بھی اچھی بات پہنچے ان کو تکلیف دیتی ہے۔اس لئے خواہ تم تبلیغ کرو یا نہ کرو اب ان کی دشمنی کے دائرے سے باہر نکل ہی نہیں سکتے سوائے اس کے کہ اللہ تم پر فضل کرنا چھوڑ دے۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ ان کی دشمنی سے بھاگنے کی خاطر خدا کے فضلوں سے محروم رہ جاؤ اور اللہ آئندہ سے تم پر فضل نازل کرنا بند کر دے، یہ تو نہیں ہوسکتا۔

فرمایا پس جتنی بھی تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے حسنات پہنچتی ہیں، نعمتیں عطا ہوتی ہیں اللہ کی طرف سے فضل تم پر نازل ہوتے ہیں، ہر فضل ان کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے، کوئی برائی پہنچے تو اس پر یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اب ایک بات تو خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ حَسَنَةٌ کا لفظ بھی بڑا وسیع ہے اور سَيِّئَةٌ کا بھی۔ سَيِّئَةٌ سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ کوئی ایسی تکلیف پہنچے جو بدنی طور پر آپ کے لئے نقصان دہ ہو یا مالی طور پر نقصان دہ ہو یا جانی طور پر نقصان دہ ہو۔ سَيِّئَةٌ عادات کے بد ہونے کا نام بھی ہے۔ اگر آپ نیکیوں سے پھر جائیں، اگر بدیوں کا شکار ہو جائیں تو یہ لوگ بہت خوش ہوں گے۔

پس ہجرت کرنے والے بھی اور وہ بھی جو ہجرت سے پہلے ایک معاند ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے لئے اس میں بہت بڑی نصیحت ہے کہ تم خدا کی خاطر ایک ایسے راستے پر چل پڑے ہو جہاں خدا کے فضل نازل ہوں گے لیکن ہر فضل غیر کو تمہیں مصیبت پہنچانے پر اور بھی زیادہ اکسائے گا اور ہر فضل کے نتیجے میں ان کی دشمنیاں بڑھتی چلی جائیں گی اور پھر یہ چاہیں گے کہ تم بد ہو جاؤ، تمہارے اندر برائیاں گھر کر جائیں۔ ہر قسم کے عیوب جو ان میں پائے جاتے ہیں وہ تمہارے اندر بھی دوبارہ داخل ہو جائیں یا اس کے علاوہ اگر کبھی کوئی حادثاتی طور پر تمہیں تکلیف پہنچ جائے تو یہ ساری چیزیں مل کر ان کے لئے خوشیوں کا موجب بنتی ہیں۔ اس کا علاج کیا ہے۔ فرمایا

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا اگر تم صبر سے کام لو وَ تَتَّقُوْا اور تقویٰ اختیار کرو۔ صبر سے کام لو تو واضح ہے۔ تقویٰ اختیار کرو، کن معنوں میں؟

یہاں دو پہلو ہیں جن کا ذکر کھول کر کرنا ضروری ہے کیونکہ وعدہ یہ ہے لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا پھر تمہیں ان کی کوئی سکیم، کوئی سازش بھی، کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ پس یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ کیا کریں ہم کہ دشمن دانتوں میں رہتے ہوئے زبان دانتوں کی ضرب سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ اپنے دانت بھی بے احتیاطی سے اپنی زبان کو کاٹ جاتے ہیں۔ لیکن اگر زبان دشمن دانتوں میں گھری ہوئی ہو پھر اس کا بچ نکلنا امر محال دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہم تمہیں ترکیب بتاتے ہیں تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا صبر سے کام لو اور وَتَتَّقُوْا کا ایک معنی ہے حتی المقدور احتیاطی تدابیر اختیار کرو اور دوسرا معنی ہے اللہ سے ڈرو غیر اللہ سے نہ ڈرو۔ تو فرمایا یہ تم پر شرط ہے کہ ایسے حالات میں صبر کرتے ہوئے احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرو لیکن دشمن سے ڈرتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اور محض اسی سے ڈرتے رہو۔ اگر تم یہ شرائط پوری کرو گے تو خدا کا وعدہ ہے لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا کہ ان کی کوئی تدبیر، کوئی ترکیب، کوئی سازش تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ اس لئے کہ خدا ان کے تمام اعمال کا گھیرا کئے ہوئے ہے۔ ان کے اردگرد جو شر پھیل رہے ہیں وہ سب خدا کے گھیرے میں ہیں۔ جب تک خدا اس گھیرے کو توڑ کر کسی تک وہ شر پہنچنے نہیں دیتا، ناممکن ہے کہ ان کا شراز خود دوسروں پر پھلانگ سکے اور ان کے اوپر حملہ کر سکے۔ پس تم اس گھیرے کے نتیجے میں جو خدا تعالیٰ تمہاری ہی خاطر ان کے گرد باندھے ہوئے ہے اس شر کے دائرے سے باہر رہو گے لیکن صبر سے کام لینا ہے اور تقویٰ اختیار کرنا ہے۔

امر واقعہ یہی ہے آپ گردوپیش کے حالات پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ ہر دشمن کی سکیم کے گرد خدا نے کچھ گھیرے ڈالے ہوئے ہیں ورنہ وہ چاہتے تو بہت کچھ ہیں۔ ان کے دل کے بغض تو ہر وقت کھولتے ہیں، ایک قسم کی جہنم میں مبتلا لوگ ہیں اور ہر وقت احمدیت کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا شر اچھل کر باہر نہیں نکلتا۔ نکلتا ہے تو بہت تھوڑا اور بہت معمولی سا ابتلاء پیدا کرتا ہے اس کی بھی الگ حکمت ہے اور اس نقصان کو بھی اللہ تعالیٰ پیش نظر رکھتے ہوئے فرما رہا ہے کہ تمہیں کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ شَیْـًٔا سے مراد یہ نہیں ہے کہ ذرّہ بھر بھی۔ ذرّہ بھر نقصان سے

مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی تکلیف بھی تمہیں نہیں پہنچے گی۔ اگر یہ معنی لئے جائیں تو تاریخ اسلام بالکل بے معنی دکھائی دے گی۔ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر صبر کرنے والا اور تقویٰ کرنے والا اور کوئی وجود نہیں تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کو بعض تکلیفیں پہنچتی رہیں اور اگر تکلیفیں پہنچیں ہی نہ تو صبر کا پھر کیا تعلق ہوا۔ صبر کا لفظ تو بتا رہا ہے کہ کچھ تکلیفیں ضرور پہنچیں گی۔ پس یَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مقاصد کا کوئی نقصان نہیں کر سکیں گے۔ جن عظمت کی راہوں پر تم گامزن ہو کوئی ان کی شرارت تمہاری راہ نہیں روک سکے گی، تمہارے قدم نہیں تھام سکے گی، تم مسلسل آگے بڑھتے رہو گے اور جو دکھ تمہیں پہنچے گا اس کے مقابل پر فضل اتنے نازل ہو رہے ہوں گے کہ وہ دکھ تمہیں بالکل بے معنی اور بے حقیقت سا دکھائی دے گا، یوں لگے گا جیسے کانٹا سا چبھ گیا ہے اور یہی صورت حال ہے جو اسلام کے دور اوّل کی تاریخ ہمارے سامنے کھول کر پیش کر رہی ہے۔

آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں نے صبر کے عظیم نمونے دکھائے اور تقویٰ کی باریک تر راہوں پر گامزن رہے اور بڑے صبر کے ساتھ تقویٰ کے ساتھ چمٹے رہے اور اس بڑی وسیع جدوجہد میں جو قرآن کے ذریعے بھی جاری تھی اور جہاد اکبر بھی مسلسل چل رہا تھا اور قتال کے ذریعے بھی جاری تھی اور جہاد اصغر بھی مسلسل جاری تھا اور نفس کی تربیت کے ذریعے بھی جاری تھی۔ پس یہ عظیم جدوجہد جو تمام زندگی کے دائروں پر پھیلی پڑی تھی اس میں مسلسل انہوں نے صبر سے کام لیا اور تقویٰ پر گامزن رہے۔ اس کے نتیجے میں جو ان کو تکلیفیں پہنچی ہیں خدا کے فضلوں کے مقابل پر ایسی حقیر اور بے معنی دکھائی دیتی ہیں کہ اس کے متعلق اگر موازنہ کر کے دیکھیں تو آپ کہہ سکیں گے کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ کسی کروڑ پتی کا ہزار روپیہ کا نقصان ہو جائے تو نقصان تو ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس غم میں ہلاک ہو جائے کہ میرے ایک ہزار روپے ضائع ہو گئے۔ ہو سکتا ہے کروڑ ہی ضائع ہو جاتے۔ تو وہ ہلکی سی تخفیف کی نظر ڈال کر دیکھے گا ہزار روپے کا کیا فرق پڑتا ہے۔ کچھ بھی نہیں، مجھے تو کوئی بھی نقصان نہیں ہوا۔

پس یہ ان کی نفسیاتی کیفیت ہے جو بیان کی جارہی ہے۔ یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ تمہیں کسی قسم کی کوئی اذیت نہیں پہنچے گی اگر اذیت نہ پہنچنی ہوتی تو صبر کا مضمون مذکور ہی نہ ہوتا۔ صبر کے مضمون کا کوئی اس بات سے تعلق ہی نہ ہوتا۔ پس قرآن کریم کا وہی معنی کیا جائے گا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور آپؐ کے صحابہؓ کے حالات پر اطلاق پاتا ہو اور اس سے تضاد نہ رکھتا ہو۔ پس آپ بھی ان معنوں میں صبر اختیار کریں اور تقویٰ اختیار کریں جو دشمن میں گھرے ہوئے ہیں۔ خدا کا ہر فضل ان کی دشمنی کو بڑھا رہا ہے اور ہر تکلیف جو آپ کو پہنچتی ہے یا ہر برائی جو آپ اپنے اندر داخل ہونے دیتے ہیں وہ ان کی خوشیوں کا موجب بنتی ہے۔ پس دعا اور استغفار سے کام لیتے ہوئے اگر آپ صبر اور تقوی کی راہ اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں یوں معلوم ہوگا جیسے تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا اور اللہ تعالیٰ دشمن کو ہمیشہ اپنے گھیرے میں رکھے گا اور اس کا شر اس گھیرے سے اچھل کر باہر آ کر تمہیں کوئی حقیقی اور گہرا گزند نہیں پہنچا سکتا، گہرا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

پھر فرمایا اگر مقابلے ہوں تو کیا کرنا ہے۔ اگر بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ جوابی کارروائی کر بیٹھو کیونکہ تم سے صبر نہ ہو تو اس صورت میں کیا نصیحت ہے فرمایا وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ (النحل:۱۲۷) اگر تم ان کو سزا دو فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ تو اتنی ہی سزا دو جتنا تمہیں نقصان پہنچایا گیا ہے اور ہرگز اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا لیکن ہم پھر تمہیں توجہ دلاتے ہیں وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝۱۲۷ (النحل:۱۲۷) اگر تم صبر سے کام لو تو صبر سے کام لینا تو صبر سے کام لینے والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔

پس جب بعض اوقات بعض نوجوان پاکستان کے حالات میں ایک لمبے عرصے تک یک طرفہ تکلیفیں برداشت کرتے رہتے ہیں تو اچانک بعض دفعہ ان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ جوابی کارروائی شروع کر دیتے ہیں۔ مجھے تو اکثر اطلاع اس وقت ملتی ہے جب معاملہ ہو چکا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر خصوصیت سے یہ دعا بھی کرنی پڑتی ہے کہ ان کی ایک غیر حکیمانہ حرکت کے نتیجے میں، صبر سے عاری حرکت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دوسرے معصوم احمدیوں کو غیروں کے شر سے بچائے رکھے کیونکہ صبر کا دامن چھوڑنے کا ایک یہ بھی نقصان ہے کہ جس شخص نے اپنے دل کا غصہ نکال لیا اسے تو بظاہر ٹھنڈ پڑ گئی لیکن وہ معصوم جو بالکل نہتے اور بے بس پڑے ہوئے ہیں اور ہر طرف دشمن کے گھیرے میں ہیں۔ بعض دفعہ اس شخص کا بدلہ جو اپنے دل کے جوش کو نکال لیتا ہے ان معصوموں سے لیا جاتا ہے جن کا ایک ذرّہ بھی اس میں قصور نہیں ہوتا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو صبر سے کام لینا، صبر بہتر ہے بہر حال لیکن اگر کبھی کوئی شخص

مجبور ہو جائے تو اتنا ہی بدلہ لے جتنا اس سے زیادتی کی گئی ہے۔ اگر انصاف کے ساتھ اتنا ہی بدلہ لیا جائے تو بسا اوقات اس کا یہ بھی فائدہ پہنچتا ہے کہ سوسائٹی جو حالات سے واقف ہوتی ہے وہ باتیں شروع کر دیتی ہے کہ اس نے کیا تو ہے یہ لیکن اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا اور اس نے بدلہ دیتے وقت ذرا بھی زیادتی نہیں کی چنانچہ پھر گردو پیش اس کے حق میں ایک رائے قائم ہونی شروع ہو جاتی ہے اس کی تائید میں آوازیں اٹھنے لگتی ہیں کیونکہ وہ انصاف پر قائم رہا اور ایسے واقعۃً بہت سے امور مجھ تک پہنچتے ہیں یعنی یہ فرضی بات نہیں کہ کبھی کسی نوجوان سے غلطی ہوئی اور اس نے زیادتی میں تجاوز نہیں کیا تو اردگرد کے لوگ بیچ میں داخل ہوئے اور اس شرارت کو بڑھنے اور پھیلنے سے روک دیا۔ مگر حقیقی بات جو دائم یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہی ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ اگر تم صبر سے کام لو گے تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔

اب اس کے بعد یہ مضمون اپنی انتہا کو پہنچایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرْ اے محمد ﷺ تو صبر کر۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کچھ ایسے بھی لمحے گزرے تھے جب خدا کو یہ کہنا پڑے کہ صبر سے کام لینا، صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔ اگر کوئی یہ ترجمہ کرے تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ خود اس مضمون کو آگے کھول رہی ہے اور یہ غلط ترجمہ کرنے سے جو بعد میں انتہائی گہرے حکمت کے موتی اس آیت میں چھپے ہیں ان سے آپ کی نظر محروم رہ جائے گی، وہاں تک پہنچ نہیں سکے گی۔ آنحضرت ﷺ تو صبر کے ساتھ پیدا کئے گئے تھے۔ بہت بچپن ہی میں آپ کی فطرت میں صبر گوندھا گیا تھا۔ نہایت دردناک حالات سے پے بہ پے گزرے۔ باپ کا صدمہ ایسا کہ کبھی اس کا منہ نہ دیکھا۔ پیدا بعد میں ہوئے اور باپ کی شفقت سے محروم ہی پیدا ہوئے، ماں کا صدمہ ایسا کہ جب محبت کی عمر کو پہنچے تو ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا۔ جس دادا نے پالا وہ بھی چھوٹی عمر میں چھوڑ کر چلا گیا اور پھر خدا تعالیٰ نے ایسے وقت پر آپؐ کو اس منصب پر فائز کر دیا کہ جو خاندان کی معمولی ہمدردیاں تھیں وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہیں۔ سب قریبی دشمن ہو گئے اور خود صبر سے ایسے آزمائے گئے ذاتی طور پر کہ جن صحابہؓ نے آپؐ سے محبت کی ان سے بڑھ کر آپؐ نے محبت کی اور ان سب صحابہؓ کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ بعض صحابہؓ آکر شکایت کرتے تھے یا رسول اللہ ﷺ ہم سے یہ ہو گیا۔ ان کو علم نہیں تھا کہ ان کے دلوں سے بڑھ

کرمحمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں ان کا دکھ تھا۔ بیٹے پیدا ہوئے ایک کے بعد دوسرا گزرتا گیا اور دشمن طعنے دیتا رہا کہ ابتر ہے، ابتر ہے، ابتر ہے۔ ایک طرف آپؐ کی محبت کرنے والی طبیعت کو اپنے معصوم بچوں کی جدائی کا غم، دوسری طرف طعنہ دینے والوں کی تکلیفیں۔ مسلسل صبر کے ساتھ، زبان پر شکوہ لائے بغیر اس بات کا تذکرہ کئے بغیر، خدا کی خاطر صبر پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک عورت جو اپنے بیٹے کی قبر پر رو رہی تھی اور واویلا کر رہی تھی اس کے پاس سے جب آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا بی بی صبر کر۔ تو اس نے جواباً کہا (بخاری کتاب الجنائز) اس کو پتا نہیں تھا کہ کون ہے، اس نے کہا جس کا بیٹا مرے اس کو پتا ہوتا ہے۔ اس کو کیا پتا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ایک کے بعد دوسرے فوت ہوتے چلے گئے لیکن آپؐ نے اس کو یہ نہیں کہا۔ آپؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بعد میں کسی نے کہا تو کیا بات کر بیٹھی ہے۔ کس سے بات کی ہے۔ جب اس کو پتا چلا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے تو دیوانہ وار دوڑتی ہوئی پیچھے گئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں صبر کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا صبر کا تو وہ وقت ہوتا ہے جبکہ صدمہ اپنی انتہا کو پہنچا ہو۔ گویا محمد رسول اللہ ﷺ مسلسل ان صدمات سے دوچار ہوتے ہوئے ان کے دکھوں میں سے گزرتے ہوئے اس طرح صبر کرتے رہے کہ اگر یہ واقعہ تاریخ میں محفوظ نہ ہوتا تو ہمیں پتا بھی نہ چلتا کہ ہر بیٹے کی جدائی پر آپ کو کیسا صدمہ ہوا کرتا تھا۔ مگر اللہ کی خاطر صبر کرتے تھے۔ پس یہ آیت وَاصۡبِرۡ ہرگز وہ معانی نہیں رکھتی جو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ گویا محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ تو بھی صبر کر اور استقلال کے ساتھ دکھوں کو برداشت کر۔ یہ معنی ہرگز نہیں کیونکہ معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ تجھے ہم صبر کا کہہ رہے ہیں جبکہ خدا جانتا ہے کہ تیرا صبر تو تمام تر اللہ کی خاطر ہے اور پہلے ہی سے تو صبر کی حالت میں زندگی گزار رہا ہے۔ پھر یہ صبر کس پر ہے۔ فرمایا۔ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ (النحل:۱۲۸) کہ تو اپنے دکھوں پر تو صبر کرتا ہی ہے مگر ان کو جن کو خدا کے عذاب نے آ پکڑنا ہے جن کے متعلق تو بدانجام دیکھ رہا ہے ان کا بھی غم دل کو لگا بیٹھا ہے اور یہ اور طرح کا صبر ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ فرمایا ان کے بدانجام کو دیکھ کر صبر کر اور ان کی خاطر اتنا غم محسوس نہ کر کہ گویا تو اپنے آپ کو ہلاک کر لے۔

پس صبر کا مضمون ایک نئے آسمان میں بلند ہو چکا ہے نئی رفعتیں حاصل کر چکا ہے یہ کہہ کر کہ

اے محمدؐ، صبر کر۔ اللہ فرماتا ہے اللہ جانتا ہے کہ تمام تر تو خدا کی خاطر صبر کرنے والا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اتنا رحم دل ہے کہ اب دوسروں کے لئے حزیں رہتا ہے دوسروں کے لئے ہر وقت دل میں غم محسوس کرتا ہے اور یہاں وَلَا تَحْزَنْ کا فقرہ ہرگز حکم کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ ایک پیار کا اظہار ہے کہ اللہ کی تیرے حزن پر نظر ہے۔ ورنہ اگر یہ حکم ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ اسی وقت حزن کو چھوڑ دیتے مگر آپؐ تو مسلسل اسی حزن میں مبتلا رہے یہاں تک کہ جب آپؐ کے سر کے بال سفید ہوئے تو آپؐ نے ان بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عمر نے میرے بال سفید نہیں کئے، سورہ ہود میں جب میں نے ان قوموں کے حالات پڑھے جن پر خدا کا غضب نازل ہوا تو ان کے غم نے میرے بال سفید کر دیئے۔

پس وہ لوگ جنہوں نے آئندہ آنا تھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کے نتیجے میں سزا پانے والے تھے، جن کے عذاب کی خبریں محمد رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تھیں ان کے غم پر آپؐ کا صبر ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ ان کی تکلیفوں پر آپؐ کا صبر ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ پس یہ صبر کا مضمون ایک بالکل اور قسم کا مضمون ہے جو اس سے پہلے دنیا نے نہیں دیکھا تھا اور پھر اس مضمون کو آپ باندھیں اس صبر کے ساتھ جو اسماعیلؑ نے دکھایا تھا تو تب یہ مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا صبر کرنے والا انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، دنیا کا سب سے زیادہ رحم کرنے والا انسان دنیا کا سب سے بڑا داعی الی اللہ بنایا گیا اور دعوت الی اللہ میں صبر کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ آپؐ دشمن کے شر سے، اللہ کے غضب سے، حفاظت میں رہیں اور خدا تعالیٰ کا پیار آپؐ کی حفاظت میں ان کے گرد فصیلیں کھینچ دے۔ مگر صرف اس غرض سے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ صبر جو محمد رسول اللہ ﷺ کا صبر ہے کہ اپنے ساتھ رحم کے جذبے رکھتا ہے۔ غصے نہیں رکھتا اور یہ وہ صبر ہے جو دوسرے صبروں سے محمد رسول اللہ ﷺ کے صبر کو ممتاز کر رہا ہے ورنہ عام حالات میں صبر کا ایک یہ بھی معنی ہوتا ہے اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ غصے سے کسی نے کوئی بات کہی، چہرے پہ تھپڑ مار دیا، کوئی گالی دی، پتھراؤ کیا، دل غیظ و غضب میں کھول رہا ہے مگر انسان صبر کر رہا ہے۔ بسا اوقات ایسا صبر بزدلی کی علامت ہوتا ہے اور اس صبر کے کوئی بھی معنے نہیں، یہ مومن کا صبر نہیں ہے۔ بسا اوقات ایسا صبر اللہ کی خاطر ہوتا ہے یا اپنے مظلوم بھائیوں کی خاطر ہوتا ہے کہ اگر میں نے کوئی ایسی بات کی جو حکمت

کے تقاضے کے خلاف ہوئی، میں اپنا بدلہ تو اتارلوں گا مگر میرے بے کس اور نہتے اور دفاع سے عاری بھائیوں کا کیا بنے گا جن پر دشمن میرے بدلے اتارے گا۔ اس خیال سے جو صبر کرتا ہے وہ بھی اللہ کی خاطر صبر کرتا ہے۔

پس صبر کا مضمون اس غصے کے دبانے سے بھی تعلق رکھتا ہے مگر صبر کا مضمون رحم سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ بے انتہا رحم کے نتیجے میں انسان صبر کرتا ہے اور رحم کے نتیجے میں جو صبر ہوتا ہے جانتا ہے کہ یہ لوگ ظالم ہیں، خدا کا عذاب ان کو پکڑ لے گا اگر غصہ ہو تو انسان کہے گا اچھا پھر ٹھیک ہے جاؤ جہنم میں تم مجھ سے جو کچھ کر رہے ہو اس کی سزا ضرور پاؤ گے مگر رحم والا انسان یہ جذبہ نہیں دکھاتا، یہ ردعمل نہیں دکھاتا۔ وہ تو صبر کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ میں نے تو صبر کیا اب خدا ان سے بدلے لے گا اور جب یہ سوچتا ہے کہ خدا ان سے بدلے لے گا تو اس کا دل رحم سے پگھلنے لگتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تو ان کو بچانے کے لئے آیا تھا، ان کو ہلاک کرنے کے لئے تو نہیں آیا تھا۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان ہوا ہے اس لئے سب سے بڑا صبر کرنے والا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (الانبیا:۱۰۸) بھی بن گیا بلکہ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ تھا تو اس کا صبر خدا کی نظر میں قدر کے لائق ٹھہرا۔ تمام بنی نوع انسان کے غموں کی خاطر وہ حزیں ہوتا رہا، دل اس کا دکھوں میں مبتلا ہوتا رہا اور ان دکھوں پر صبر کی تلقین اللہ فرماتا رہا۔ یہ ہے صبر کا مضمون جو اپنے منتہیٰ کو پہنچتا ہے اور ایسے صابر رسولؐ کی تیاری مدتوں پہلے اسی بیابان عرب میں مکے کی وادی میں کی گئی تھی جبکہ وہ جدامجد جس کی کوکھ سے آپؐ نے پیدا ہونا تھا اس کے صبر کا خدا نے ایک ایسا نمونہ ہمارے لئے محفوظ کر دیا کہ جب اس صبر کے نمونے پر نظر پڑتی ہے تو دل آج بھی عش عش کر اٹھتا ہے اور دل اور روح کی گہرائیوں سے اس پر سلام اٹھنے لگتے ہیں، دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ ایسے وجود پر ہمیشہ سلامتی بھیجے اور آج تک ہمیشہ حج کے موقع پر اس کے صبر کی یادیں تازہ کی جاتی ہیں اور وہ نمونے پھر بھی دنیا میں پھیلائے جارہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صبر تھا جس کے بعد اس صبر کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے صبر عظیم پر فائز انسان کو پیدا فرمانا تھا اور اس مضمون کو بڑھا کر اپنے منتہیٰ تک اپنے معراج تک پہنچانا تھا۔

پس حضرت اسماعیلؑ کے حوالے سے میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ

اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (الصّٰفّٰت:۱۰۳)

جب اسماعیل دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا، جب وہ اپنے باپ کا مددگار بن رہا تھا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اپنی رؤیا بتائی جس میں آپؑ نے دیکھا تھا کہ میں اس بچے کو ذبح کر رہا ہوں اور کہا بیٹے تیرا کیا خیال ہے۔ میں نے تجھے رؤیا میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ اے میرے باپ وہی کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ انشاء اللہ تو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا۔ دشمن کے سامنے، دشمن کے مقابلے پر صبر اختیار کرنا اور چیز ہے۔ ایک ایسے موقع پر جبکہ اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو یہ قبول کرو، چاہو تو وہ قبول کرو۔ اگر چاہو تو یہ چھری جس کو رؤیا میں دکھایا گیا ہے تیری گردن پر، تمہاری گردن پر کبھی نہیں چلے گی۔ تمہیں اختیار سونپا جا رہا ہے۔ کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ اللہ کی رضا کی خاطر جانتے ہوئے کہ کیا ہونے والا ہے اپنی گردن اس کے حضور پیش کردو۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا ہاں میرے باپ میں تیار ہوں، تو وہی کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور تو مجھے ضرور صابرین میں سے پائے گا۔

یہ وہ صبر کا اعلیٰ نمونہ تھا، جس کی کوکھ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا صبر پھوٹا ہے اور پھر اتنا ترقی کر گیا کہ اس کے مقابل پر یہ صبر ایک معمولی صبر دکھائی دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا صبر صحابہ کی صورت میں، ان کی جانوں میں، ان کی روحوں میں ڈھل گیا اور ایک اسماعیلؑ نہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں پھر ہزاروں لاکھوں اسماعیل پیدا ہوئے۔ پس آپ بھی اسی امت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی دعوت الی اللہ بھی سنت محمدیہ ﷺ کو اختیار کرنے کے نتیجے میں کامیاب ہوگی۔ محمد مصطفی ﷺ کا صبر اختیار کریں، اسماعیل کا صبر اپنے سینوں میں جگائیں تو یقین رکھیں کہ آپ ہمیشہ ترقی پر ترقی کرتے چلے جائیں گے۔ دشمن کی کوئی تدبیر آپ کا ادنیٰ سا بھی نقصان نہیں کر سکے گی۔ جو دکھ وہ آپ کو پہنچائے گی اس کے مقابل پر آپ کو اتنی ترقیاں نصیب ہوں گی کہ آپ بلندیوں سے اس دکھ کی حالت کو دیکھیں اور ہنسیں گے کہ بھلا یہ بھی کوئی دکھ تھا۔ اللہ کرے کہ ہمیں للہی صبر کی توفیق نصیب ہو اور اس صبر کے تمام میٹھے پھل ہمیں عطا ہوں اور دائماً عطا ہوتے چلے جائیں، ہم بھی نسلاً بعد نسل اسماعیل پر اسماعیل پیدا کرتے چلیں، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔